يَخۡطَفُ کے معنی اور مفہوم

قرآنِ مجید میں منافقین کی مثال دیتے ہوئے سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۰ میں فرمایا

يَكَادُ ٱلۡبَرۡقُ يَخۡطَفُ أَبۡصَـٰرَهُمۡۖ

''قریب ہے کہ بجلی ان کی بصارتوں کو چندھیا دے''

اس کا مروجہ ترجمہ یہ ہے:

''قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھیں اچک لے جائے''۔[مولانا محمد جونا گڑھی۔قرآنِ کریم شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس۔سعودی عرب]

''بجلی یوں معلوم ہوتی ہے کہ ان کی نگاہیں اچک لے جائے گی''[مولانا احمد رضا خان بریلوی۔کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن]

''قریب ہے کہ بجلی کی چمک ان کی نگاہوں کو اچک کر لے جائے''[غلام احمد پرویز۔مفہوم القرآن]

''قریب ہے کہ بجلی ان کی نظر کو اچک لے جائے''[مولانا محمد علی۔بیان القرآن]۔

اچک (اُ + چَکْ) کے معنی لے جانا، چھین کر بھاگ جانا ہیں اور اسم فاعل اچکا (اُ + چَکْ + گا) ہے جس کے معنی چھین کر بھاگ جانے والا، اٹھائی گیرا ہیں۔ ایک معنی بات کو پہلے سے سمجھ لینا ہیں، بات کو جھپٹ لینا۔

Yusuf Ali: The lightning all but snatches away their sight;

Pickthall: The lightning almost snatcheth away their sight from them.

F. Malik: The lightning terrifies them as if it was going to snatch away their eyesight;

[Reference Computer CD "Alim" ISI Software Corp. U.S.A]

آسمان کی بجلی آنکھوں کو اچک کر نہیں لے جاتی بلکہ بصارت کو چندھیا دیتی، خیرگی پیدا کر دیتی ہے اور کچھ لمحوں کیلئے انسان دیکھ نہیں سکتا۔آیت مبارکہ میں منافقین کی آنکھوں (أَعۡيُنَهُمۡ) کا نہیں بلکہ أَبۡصَـٰرَهُمۡ (ان کی بصارتوں) کا ذکر ہے۔

نظر، آنکھ (eye ball) محض ذریعہ ہے اور ''بصارت'' آنکھ کی صلاحیت ہے۔ نظر اور بصر میں وسیع فرق ہے۔ یہ فرق واضح فرمایا

وَتَرَىٰهُمۡ يَنظُرُونَ إِلَيۡكَ وَهُمۡ لَا يُبۡصِرُونَ ۝

''اور آپ (ﷺ) دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف دیکھ (یَنۡظُر) رہے ہیں لیکن وہ دیکھتے (بصر) نہیں'' (حوالہ الاعراف۔۱۹۸)

نظر اس وقت بصارت میں تبدیل ہوتی ہے جب دیکھی ہوئی شئے، علامت، نشانی، راستہ یادداشت میں اس انداز میں محفوظ ہو جائے کہ اسے یاد (Retrieve,decode,recode) کر کے دیکھا جا سکے۔ بصارت (vision) صلاحیت ہے جس سے ہم دیکھی

جانے والی شئے (object) کی خصوصیات، جزئیات (features) کو دیکھتے اور ممیز کرتے ہیں جس کی بناء پر وہ یاداشتوں (Memory) میں محفوظ بھی ہوجاتے ہیں جیسے رنگ، شکل، حجم (size)، جزئیات، گہرائی، نشیب وفراز، تفاوت اور نہ جانے کیا کچھ۔ بصارت (vision) دیکھی جانے والی شئے پر نگاہ کو مرکوز (focus) کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ آیت میں مثال منافقین کے متعلق ہے اور دنیا کی چمک دمک بھی ان کی بصارت وبصیرت کو چندھیا دیتی ہے کہ آنکھیں رکھتے ہوئے بھی حقیقت اور سچائی کو دیکھ نہیں پاتے۔

آسمان کی بجلی کا انداز جھپٹنے کا ہے۔ یَخْطَفُ کا مادہ ''خ ط ف'' ہے۔ پانی میں اپنے سایہ پر جھپٹنے والے ایک پرندے کو کہتے ہیں۔ ''خُطَّاف'' ایک سیاہ پرندے کو کہتے ہیں جو پرواز کرنے میں جھپٹتا ہے۔ (تاج) ''اَلخاطِف'' اس تیر کو کہتے ہیں جو زمین پر گھسٹتے ہوئے نشانہ پر جائے (چبھے)'' (محیط)۔ آیت مبارکہ کے اگلے جملے سے بھی واضح ہے کہ یَخْطَفُ کے معنی اور مفہوم آنکھیں، نگاہیں، نظر کو اچک لے جانا نہیں ہیں وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَٰرِهِمْ ''اور اگر اللہ چاہتا تو ان کی سماعتیں اور بصارتیں ہی لے جاتا''۔ ذَهَبَ کا مادہ ''ذ ھ ب'' ہے اور معنی ''لے جانا'' ہیں۔ بصارتوں کو لے جانے کا مفہوم (نتیجہ) اندھا کرنا ہے اس لئے یَخْطَفُ کے معنی ''آنکھیں، نگاہیں اچک لے جانا'' تصور نہیں کیے جاسکتے۔

قرآنِ مجید میں سورۃ البقرۃ کے بعد مادہ ''خ ط ف'' سے بنا لفظ سورۃ الانفال کی آیت ۲۶ میں آیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَٱذْكُرُوٓا۟ إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِى ٱلْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ ٱلنَّاسُ

''اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اور شہر (معاشرے، مکۃ المکرّمہ) میں کمزور ڈرا کرتے تھے کہ
لوگ تمہیں نگین نہ بنالیں (جھپٹ پڑیں، نوچ کھسوٹ لیں)

فَـَٔاوَىٰكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِۦ

پھر اس نے تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد سے تمہیں قوت بخشی''۔

زمان میں مفادات کے دائرے کی پکڑ میں کمزوری کبھی نہیں آئی۔ جن لوگوں نے دانستہ اپنے آپ کو اس کی نذر کردیا نت نئے بہانے تراشتے ہیں لیکن اصل وجہ ان کے منہ پر آ ہی جاتی ہے

وَقَالُوٓا۟ إِن نَّتَّبِعِ ٱلْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَآ

''اور انہوں نے کہا'' اگر ہم تیرے ہمراہ اس ہدایت کی پیروی کریں تو اپنی زمین میں نگیں (زیر ہو کر سایہ بن کر رہ) جائیں''

نُتَخَطَّفُ (''ف'' پر جزم ہے پیش نہیں) کا مادہ بھی 'خ ط ف' ہے۔ یہ بات ابتدا میں مکۃ المکرّمہ میں ایمان نہ لانے والے کہتے تھے۔ یہ معاشرے میں حیثیت، دبدبہ اور معاشی مقام کھونے کا خوف تھا۔ انہیں یاد دلایا

أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَمًا ءَامِنًا

''کیا ہم نے ان کیلئے ایک محفوظ حرم قائم نہیں کیا تھا

يُجْبَىٰٓ إِلَيْهِ ثَمَرَٰتُ كُلِّ شَىْءٍ رِّزْقًا مِّن لَّدُنَّا

جس کی طرف ہر قسم کے پھل ہماری جناب سے رزق بن کر کھچے چلے آتے ہیں''

جس معاشرے میں معاشی حیثیت کے مالک تھے اور اس میں ایمان لانے سے نگیں ہونے کا خوف تھا اس کے متعلق یاد دلایا کہ اس میں ان کا اپنا کوئی کمال نہ تھا کہ اس کے کھونے کا خوف لاحق کریں وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ٥ ''مگر ان میں اکثر نہیں جانتے'' (القصص۔۵۷)۔ انسان جو بات کرتا ہے، جو جواز بتاتا ہے یا کسی بات کے جواب میں اعتراض اٹھاتا ہے تو اس اعتراض، جواز کے مطابق بات کہی اور دلیل دی جاتی ہے۔ انکار کرنے والے مشرکین نے کن معنی اور مفہوم میں نُتَخَطَّفُ استعمال کیا تھا وہ انہیں دیئے گئے جواب سے واضح ہے - وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا ''اور کتنی ہی بستیوں کو جنھیں اپنی معشیت پر ناز تھا ہم نے ہلاک کر ڈالا'' (حوالہ القصص۔۵۸)

قرآنِ مجید میں دنیا کے لوگوں کی مکۃ المکرّمہ میں دلچسپی کے انداز کو ظاہر کرنے کیلئے اس مادہ ''خ ط ف'' کو استعمال کیا گیا ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا۟ أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا ءَامِنًا وَيُتَخَطَّفُ ٱلنَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ

''کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو جائے امن بنایا اور اس کے اردگرد سے لوگ جوق در جوق چلے آتے ہیں

أَفَبِٱلْبَٰطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ ٱللَّهِ يَكْفُرُونَ ٥

کیا یہ پھر باطل کو تو مانتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں'' (العنکبوت۔۶۷)

اس آیت مبارکہ میں بھی مادہ ''خ ط ف'' کے معنی اچک لینا لیتے ہوئے اس جملے وَيُتَخَطَّفُ ٱلنَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ کا عام طور پر یہ ترجمہ کیا جاتا ہے ''حالانکہ اس کے اردگرد سے لوگ اچک لئے جاتے ہیں'' ءَامِنًا کے بعد حرف ''وَ'' کو واوَ حالیہ (یعنی حالانکہ، دران حالیکہ) قرار دے کر یُتَخَطَّفُ کے معنی ''اچک لئے جاتے'' کر کے مفہوم کچھ یوں بتایا جاتا ہے کہ ''مکہ کے اردگرد بدامنی،

غارت گری، لوٹ مار قتل، اغوا ہوتا تھا جبکہ مکۃ المکرّمہ جائے امن تھا اور یہ اللہ کی نعمت تھی جس کا وہ انکار کرتے تھے"۔ اس خیال آرائی سے بتائی گئی بات میں وزن نہیں رہتا۔ مکہ کے اردگرد اگر "لوگ اچک لئے جاتے ہوں" تو مکہ میں رہنے والوں کو اسکے امن کا کوئی فائدہ، نعمت نہیں کیونکہ کعبہ معظّمہ کے اردگرد کی جگہ کیلئے بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ کے الفاظ استعمال فرمائے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ وادی صاحب (قابل) زراعت نہیں (حوالہ سورۃ ابراہیم۔۳۷) اور ابراہیم علیہ السلام نے اس شہر کو پھلوں کا رزق دینے کی دعا کی تھی جو قبول کر لی گئی (حوالہ البقرۃ۔۱۲۶)۔ اور ظاہر ہے کہ یہ رزق باہر سے ہی آنا تھا جو اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس شہر کے اردگرد سے لوگ جوق در جوق، لپک لپک کر اس میں آئیں (اور اردگرد اچک نہ لئے جائیں)۔ جب انسانوں کیلئے يُتَخَطَّفُ استعمال ہوگا تو پرندوں کی مانند جھپٹنے کا مفہوم جوق در جوق، لپک لپک کر، خوشی اور رغبت سے آنا ہو گا۔ وَيُتَخَطَّفُ ٱلنَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ کے یہ معنی اور مفہوم "اور اس کے اردگرد سے لوگ جوق در جوق چلے آتے ہیں" اُس مقصد سے بھی واضح ہے جس کیلئے اس شہر کو امن کا شہر قرار دیا گیا تھا

وَأَذِّن فِى ٱلنَّاسِ بِٱلْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿٢٧﴾

"اور (اے ابراہیم علیہ السلام) لوگوں میں حج کا اعلان کردیں۔ وہ تیرے پاس پیادہ اور ہر طرح کی دبلی پتلی سواری پر دور دراز پہاڑوں کے درمیان کشادہ راستوں سے آئیں گے" (الحج۔۲۷)

قرآنِ مجید میں بتایا گیا ہے کہ ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ "اللہ الٰہ ہے" کی دائمی حقیقت پر جس کسی انسان کا یقین جب تک غیر متزلزل رہتا ہے وہ آسمان کی رفعتوں میں ہوتا ہے

وَمَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ ٱلسَّمَآءِ

"اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے تو وہ ایسے ہے جیسے آسمان سے گر گیا"۔

اِلٰہ سے اپنا تعلق جس انسان نے ارادہ و اختیار سے جب منقطع کر لیا تو اس کی حیثیت و وقعت کیا رہ جاتی ہے؟ اس مثال سے واضح فرمایا

فَتَخْطَفُهُ ٱلطَّيْرُ

"پھر چاہے پرندے اس پر جھپٹ پڑیں

أَوْ تَهْوِى بِهِ ٱلرِّيحُ فِى مَكَانٍ سَحِيقٍ

یا ہوا دور دراز جگہ پر اسے جا پھینکے" (حوالہ الحج۔۳۱)

یہاں بھی فَتَخۡطَفُهُ ٱلطَّيۡرُ کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے''پرندے اسے اچک لے جائیں گے''اور اردو کے اسی ترجمہ کی بنیاد پر انگریزی میں ترجمہ **snatched up by birds** کر دیا جاتا ہے۔ فضا سے زمین کی جانب گرتے ہوئے بالغ انسان کو کیا پرندے اوپر کی جانب اچک کر لے جاسکتے ہیں یا کبھی اچک کر لے گئے ہیں؟ آسمان سے زمین کی جانب گرتے ہوئے انسان پر گوشت خور پرندوں کے غول جھپٹ سکتے ہیں انہیں نوچ سکتے ہیں لیکن اچک کر نہیں لے جا سکتے۔ اس بات کی وجہ سمجھ نہیں آئی کہ کیوں ''اچک لینا''ترجمہ رواج پا گیا حالانکہ جناب ابن کثیر نے بھی جن کے پبلشر کا یہ دعویٰ ہے کہ برصغیر کی تفاسیر اس سے ماخوذ ہیں فَتَخۡطَفُهُ ٱلطَّيۡرُ کے معنی''تقطعه الطيور في الهواء'' لکھے تھے۔ ''قطع'' کے معنی کاٹ لینا، زخمی کرنا ہیں، اچک لینا نہیں۔ اس مطالعہ سے ظاہر یہ ہوا ہے کہ مادہ 'خ ط ف' سے بنے الفاظ کا ترجمہ ''اچک لینا'' کرنا صحیح نہیں۔ بلکہ لغت میں پانی میں اپنے سایہ پر جھپٹنے والے ایک پرندے کو کہتے ہیں۔ 'خُطَّاف' ایک سیاہ پرندے کو کہتے جو پرواز کرنے میں جھپٹتا ہے۔ (تاج) ''اَلخاطِف'' اس تیر کو کہتے ہیں جو زمین پر گھسٹتے ہوئے نشانہ پر جا لگے۔ ''جھپٹنے والے'' جب انسانوں کیلئے استعمال ہوگا تو اس کے معنی اور مفہوم ان کا کسی مقام پر لپک کر، جوق در جوق، رضا و رغبت، خوشی خوشی جانا ہوتا ہے۔